حضرت

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

”خاندان کے لیے مینارۂ نور“

زبیر منصوری

CS CamScanner

حضرت فاطمة الزہراء رضی اللہ عنہا

﴿خاندان کے لئے مینارۂ نور﴾

زبیر منصوری

البدر پبلی کیشنز

32-فرسٹ فلور ہادیہ حلیمہ سنٹر' اردو بازار لاہور

فون: 042-37225030-37245030

0333-4173066-0300-4745729

نام کتاب : حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

''خاندان کے لیے مینارۂ نور''

مصنف : زبیر منصوری (0321-3776916)

ناشر : علی سعید

اشاعت : فروری 2021ء

مطبع : علی اعجاز پرنٹرز' لاہور

ہدیہ : [illegible]

پیش لفظ

قناعت، توکل، اللہ سے محبت اور مسلسل ایثار ان تمام خوبیوں کو اگر کسی ایک ہستی میں یکجا دیکھنا ہو تو وہ ہستی جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ہے۔ خواتین جنت کی سردار سیّدہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور بے شمار ایمانی خوبیوں کو پروان چڑھانے میں گزری، اپنے شوہر نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں انہوں نے قناعت اور صبر و رضا کی وہ مثالیں قائم کیں جن سے امت کی بیٹیاں قیامت تک رہنمائی اور روشنی حاصل کرتی رہیں گی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت اور ان کے مثالی کردار کے بارے میں قلم اٹھانے کے لئے جو مقام درکار ہے، میں خود کو ہرگز اس پر نہیں پاتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم جیسے لوگ ان ہستیوں کے عمل اور عالی شان کردار سے اپنے لئے کچھ رہنمائی حاصل کرلیں اور اس کی روشنی میں اپنے آپ کو بہتر بنانے کی کوشش کرگزریں تو ہی بڑی غنیمت اور اللہ کا بڑا احسان ہے۔ محض اسی جذبے اور احساس سے میں نے یہ نظرانہ تحریر پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ اس میں جو کچھ بھی خیر ہے وہ خالصتاً اللہ کی عنایت اور مہربانی ہے اور اگر کوئی خامی ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اللہ اسے اپنے عاجز بندے کے ایک حقیر عمل کے طور پر قبول فرمائے اور راضی ہو جائے۔

زبیر منصوری

معصومانہ سوال، محبت بھرا جواب

''امی اللہ نے ہمیں اور دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا مگر کیا وہ ہمیں نظر آسکتا ہے''۔

ننھی سیدہ رضی اللہ عنہا نے معصومیت سے اپنی امی جان سے پوچھا۔

امی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پیار اور نرمی سے جواب دیا۔

''بیٹی اگر ہم دنیا میں اللہ کی عبادت کریں، اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کریں، اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہیں، کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں، صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو قیامت کے دن ہم ضرور اللہ کا دیدار کریں گے۔ اسی دن نیکی اور برائی کا حساب بھی ہوگا''۔

ننھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذہانت پر مبنی سوال نے امی رضی اللہ عنہا کو خوش کر دیا اور انہوں نے اسی سوال کو استعمال کرتے ہوئے معصوم ذہن میں سوال سے پیدا ہو جانے والی نرمی اور زرخیزی کے اندر اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بندوں کے بارے میں بنیادی خوبیوں کے تصور کے بیج ڈال دیئے تاکہ معصوم ذہن ان پر خود ہی سوچے اور جوں جوں وقت گزرے تو یہ باتیں اس کے اندر جڑ پکڑتی جائیں۔

جناب سیّدہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے اس واقعے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بچوں کے سوالات کو ڈانٹ کر، چپ کروا کر ختم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ماحول ایسا تھا کہ ننھے معصوم بچے سوال کرتے تھے حتیٰ کہ خود خدا کے بارے میں سوال کر لیتے تھے، پھر ان مواقع کو یہ ہستیاں نرمی اور محبت کے ساتھ اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بندوں سے محبت کے بیج ڈالنے، ان کو پروان چڑھانے کے لئے استعمال کر لیا کرتی تھیں۔

ہمیشہ بچوں اور ان کے سوالات کو اہمیت دیجئے، توجہ سے سنئے، جواب نہ آتا ہو تو اعتراف کیجئے اور پھر جواب تلاش کر کے بچے کا اطمینان کیجئے۔ اس سے بچے کے دل میں آپ کا احترام پیدا ہوگا، اس کے علم اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا اور یوں قطرہ قطرہ علم سے علم کے سمندر وجود میں آئیں گے اور آنے والے دنوں میں بچہ خود بھی یہ علم بانٹنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

اگر بچے کو جواب نہیں ملیں گے تو یا تو وہ کند ذہن ہو جائے گا یا پھر غلط ذریعوں سے ادھورے جواب حاصل کر کے غلط سمتوں میں نکل کھڑا ہوگا، چھوٹی عمر میں ذہن خالی سلیٹ کی طرح ہوتا ہے اور اربوں خالی نیورونز (Neorones) کے خزانہ سے بھرا ہوتا ہے جو جوابات ملتے جاتے ہیں وہ ان میں جمع کرتا جاتا ہے اور پھر اگلی پوری زندگی اس خزانے کی مدد سے تجزیے کرتا ہے۔ اس کا شعور اور لاشعور اس ڈیٹا (Deta) کی مدد سے زندگی کے فیصلے کرتا ہے۔ یوں اس کی ذہانت پروان چڑھتی اور ترتیب پاتی ہے۔ اچھا سوال خود آدھی ذہانت ہے اور سوال کرنے والے بچے ہمیشہ ذہین ہوتے ہیں اس لئے جھنجھلاہٹ، غصہ اور اپنی کسی پریشانی میں بچے کے معصوم سوال کو سختی سے نہ کچلیں۔ پیار سے اس کی اصل بات کو سمجھیں اور اس کو مطمئن کریں، یہ اس کا حق اور بڑوں کا فرض ہے۔

سیّدہ رضی اللہ عنہا بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں

"السلام علیکم!"

گھر کے اندر داخل ہونے سے پہلے با آواز بلند سلام اور پھر تھوڑا سا توقف!

یہ میرے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

اور ایسے مواقع پر ننھی زہرا رضی اللہ عنہا اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی خوشی سے دوڑی دوڑی دروازے پر پہنچ جاتی تھیں اور ان کی انگلی مبارک پکڑ کر ان کے ساتھ چلتی گھر کے اندر آ جاتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے انہیں گود میں اٹھا کر اپنے ساتھ چمٹا لیا کرتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے گھر والوں کو آگاہ کرنا سُنّت ہے۔

خوش اخلاقی سے گھر میں داخل ہونا سُنّت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے باہر کی تکلیف کو سہہ کر گھر میں مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔

دیکھئے آپ جسمانی طور پر کتنے تھکے ہوئے گھر پہنچے ہوں۔

آپ پر حالات پر کتنا بوجھ ہو۔

سیاسی، دفتری و کاروباری مشکلات ہیں جن سے آپ گزر رہے ہیں۔

بچے ان سے واقف نہیں اور خود آپ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے ننھے دلوں پر کسی پریشانی کا سایہ نہ ہو۔
وہ تو بس اپنے بابا سے پیار کرتے، بابا کا انتظار کرتے اور بابا سے بات کرنا چاہتے ہیں۔
آپ ان کے آئیڈیل ہیں۔
ہیرو ہیں۔
ان کی پناہ گاہ ہیں۔
ان کا سب کچھ ہیں۔
اور انہوں نے کل آپ کا سب کچھ بننا ہے۔
آج آپ بچے کی شخصیت کی تعمیر میں حصہ لیجئے۔
توجہ اور کوالٹی وقت کی پکی اور مضبوط اینٹوں سے چنائی کیجئے۔
شفقت پانی سے ترائی کیجئے۔
محبت اور نرمی کی حرارت سے اسے مضبوط کیجئے۔
بچے کل آپ کی اس سرمایہ کاری کو نفع کے ساتھ لوٹائیں گے۔
اور معاشرے کو بھی اپنی صلاحیتوں کا تحفہ دیں گے۔

جرأت منداور بہادر سیّدہ رضی اللہ عنہا

''فاطمہ فاطمہ! ان ظالموں نے سجدے میں تمہارے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اونٹ کا اوجھ رکھ دیا ہے''۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچے تو ان کی سانس پھولی ہوئی تھی۔
سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑ پڑتی ہیں۔
کعبہ معلیٰ جا پہنچتی ہیں۔
ایک تکلیف دہ منظر ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔
گوبر اور خون سے لتھڑی، بھاری اوجڑی سجدے کی حالت میں بابا صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھی ہوئی ہے۔
آپ رضی اللہ عنہا زور لگا کر اسے ہٹاتی ہیں۔
اور پاکیزہ بیٹی رضی اللہ عنہا اور باپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھ کر،
سردارانِ قریش قہقہے لگا رہے ہیں، تالیاں پیٹ رہے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ مار رہے ہیں۔
مگر یہ حوصلے والے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادر بیٹی رضی اللہ عنہا ہرگز بھی خوفزدہ نہیں ہے۔
وہ بابا صلی اللہ علیہ وسلم پر سے بوجھ ہٹاتیں اور غصے سے ان سرداروں کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:
''شریرو! احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی سزا دے گا''۔

آپ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ان بدبختوں کے لئے بددعا نکلتی ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کافروں کی اس حرکت پر نام لے لے کر ان بدبختوں کے لئے بددعا فرمائی۔

اور پھر بابا صلی اللہ علیہ وسلم اور بیٹی رضی اللہ عنہا کی بددعا سے بدر کے میدان نے ان بدبختوں کے کٹے پھٹے لاشے دیکھے اور یہ منظر چشم فلک نے محفوظ کرلیا کہ ان ظالموں کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک اندھے کنویں میں ڈالا جارہا تھا۔

اور کوئی انہیں دفنانے والا بھی نہیں تھا......

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں جرأت مند اور بہادر ہوتی ہیں۔

بھلائی کے کاموں میں اپنے بڑوں کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں۔

آنے والی تکلیف کا خود بھی آگے بڑھ کر مقابلہ کرتی ہیں۔

اللہ کے دشمنوں کے سامنے مزاحمت کی زندگی کا ہراول دستہ بنتی ہیں۔

آزمائش میں بابا ﷺ کے ساتھ ساتھ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا جناب ابو طالب کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد میرے نبی مہربان ﷺ تنہا ہو گئے تھے۔
گھر میں بس بیٹیاں تھیں۔
اور دوسری جانب ان ظاہری سہاروں سے محرومی کے بعد آپ ﷺ پر کفار کے ستم کا یہ عالم تھا کہ
کہیں آپ کا گلا گھونٹا جاتا تھا۔
کبھی آپ پر کیچڑ اور گندگی پھینکی جاتی تھی۔
کوئی بدتمیزی، بدزبانی سے تکلیف دے رہا تھا۔
تو کبھی مذاق اڑایا جاتا تھا۔
حتیٰ کہ حج کے دنوں میں جب آپ ﷺ گلیوں، بازاروں میں لوگوں کو بلا رہے ہوتے تھے کہ
قولو لا الہ الا اللہ تفلحو ۔ ''لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے''۔
تو آپ ﷺ کا سگا چچا ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے آپ ﷺ کی ایڑیوں پر پتھر مارتا چل رہا ہوتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ
''لوگو! میں اس کا چچا ہوں یہ غلط کہہ رہا ہے''۔ (نعوذ باللہ)
اس قبائلی معاشرے میں جہاں چچا ایک معتبر رشتہ سمجھا جاتا تھا، لوگ اس کی بات سن کر آپ ﷺ کی بات پر دھیان ہی نہ دیتے تھے اور آپ ﷺ اداس دل زخمی پیروں اور پنڈلیوں کے ساتھ جب گھر تشریف لاتے تو ایسے ہر موقع پر امی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت یافتہ بیٹیاں دکھ دل کے ساتھ اپنے بابا ﷺ کے زخم صاف کرتیں۔
کپڑوں سے گرد ہٹاتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک دھلواتیں۔
مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنوں نے رو رو کر خود کو ہلکان کر لیا ہو۔
اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھ کر انہیں روکا ہو کہ بابا صلی اللہ علیہ وسلم آپ
اللہ کے بندوں پر، اللہ کی زمین پر
اللہ کی مرضی نافذ کرنے کی جدوجہد نہ کریں۔
اگر کبھی باپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننھی معصوم سیّدہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے بھی تو وہ محض فطری دکھ اور تکلیف کے آنسو تھے۔
ایسے موقع پر بابا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:
''میری بچی گھبراؤ نہیں خدا تمہارے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا''۔
سیّدہ رضی اللہ عنہا اور ان کی امی کا عمل ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ
مسلمان عورتیں کبھی اپنے مردوں کو اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے نہیں روکتیں۔
انہیں دین کو زمین پر قائم کرنے کی جدوجہد سے منع نہیں کرتیں۔
مشکل لمحات میں باپ یا شوہر کے لئے بوجھ نہیں بن جاتیں کہ خود انہیں ہی سنبھالنا مشکل ہو جائے۔
بلکہ وہ انہیں حوصلہ دیتی ہیں۔
ان کی مدد کرتی ہیں۔
ان کے لئے بے قرار اور پریشان ہو جاتی ہیں۔
مسلمان مائیں اپنی بیٹیوں کی تربیت ایسے کرتی ہیں کہ
ان کے دل میں باپ کی عزت ہو، احسان مندی ہو، بابا کی قربانیوں کی قدر ہو۔
سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ماں سے یہی سیکھا اور خود ماں کی حیثیت سے اپنے بچوں کو یہی سکھایا۔

بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہیں۔

خاموش بیٹھے ہیں۔

کوئی بات ہے مگر کہہ نہیں پا رہے۔

فطری حیا اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال، دونوں ہی چیزیں دل کی بات کہنے سے روک رہی ہیں۔

ایسے میں نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے ہیں اور اللہ کے عطا کردہ علم کی بنیاد پر پوچھتے ہیں۔

''علی رضی اللہ عنہ آج بالکل چپ چاپ ہو؟ کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو؟''

علی رضی اللہ عنہ کے تو گویا من کی بات کہہ دی نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

عرض کرتے ہیں ''بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں:

- تمہارے پاس حق مہر ادا کرنے کو کچھ ہے؟

''ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے''۔

ہجرت کے دن ہیں، معاشی تنگ دستی کا شکار علی رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

گھوڑا تو لڑائی کے لئے ضروری ہے، زرہ کو فروخت کر کے قیمت لے آؤ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

سیّدہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے لئے زرہ فروخت کرنی ہے۔

اپنے دوست صحابہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قیمت ۴۸۰ درہم پیش کرتے اور ساتھ ہی کمال محبت سے اپنے بھائی کو زرہ بھی تحفے میں پیش کر دیتے ہیں۔

سبحان اللہ!

کیا خوبصورت باہمی تعلق تھا۔

کیا اپنائیت اور محبت تھی!

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رقم لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جگر گوشہ رسول سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خبر مدینہ کی گلیوں میں خوشیاں اور مسرتیں بکھیر دیتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں جمع ہوتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ نکاح ارشاد فرماتے ہیں، ایجاب وقبول ہوتا ہے اور حاضرین میں کھجوریں بانٹ کر مسرت اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور یوں جناب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قبیلے کی آنکھ کا تارہ، شیر خدا، عم زاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آ جاتی ہیں۔

کچھ ہی عرصہ بعد سیّدہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر اپنے عزیز شوہر کی رفاقت میں ان کے گھر تشریف لے جاتی ہیں۔

وہ گھر جس کے فرش کو امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بہت شفقت اور محبت کے ساتھ بطحا سے نرم مٹی منگوا کر خود لیپا تھا۔

وہ گھر جس میں آنے والا جہیز سیّدہ رضی اللہ عنہا کی ماؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خود تیار کیا تھا۔

سیّدہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچیں،

فرط محبت میں بابا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ ساتھ آئے ہیں۔

ایک برتن میں پانی منگوا کر اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور بازوؤں اور پھر اپنی پیاری بیٹی پر چھڑکا اور فرمایا:

''اے فاطمہ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے''۔ (طبقات ابن سعد)

پھر دعا فرمائی:

''الٰہی میں ان دونوں کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں''۔ (حصن حصین)

بابا ﷺ اور بیٹی ساتھ ساتھ

بابا ﷺ روز بیٹی سے ملنے جاتے تھے۔

گھر ذرا فاصلے پر تھا مگر بابا ﷺ کی محبت بیٹی کے لئے کچھ ایسی تھی کہ وہ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال لیتے تھے مگر یہ فاصلہ بہرحال دشواری کا سبب تھا اور آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا کہیں قریب ہی منتقل ہو جائیں مگر یہ کیسے ممکن ہو؟

ایسے میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس خواہش کی خبر ہوئی۔

ان کے کئی مکانات میں سے ایک، حجرہ رسول اللہ ﷺ کے قریب تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ خود چل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ آپ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہیں اپنے قریب کے مکان میں لانا چاہتے ہیں۔ یہ میرا مکان آپ ﷺ کے کاشانہ کے ساتھ ہے

خالی کئے دیتا ہوں۔ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں بلا لیجئے۔

اے میرے آقا میرا جان و مال آپ ﷺ پر قربان ہے۔ خدا کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا آپ ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا۔

بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے۔

آپ ﷺ نے خوش ہو کر دعا کی، فرمایا:

تم سچ کہتے ہو، اللہ تمہیں خیر و برکت دے۔

اللہ اللہ!

میرے نبی ﷺ کی زبان سے سچا ہونے کا پروانہ، اور خیر و برکت کی دعا مل جائے، بھلا اس کے سامنے مکان کی حیثیت ہی کیا ہے؟

یوں بابا ﷺ کے دل کے قریب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی بابا کے قریب ہو گیا۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا سے بابا ﷺ کو والہانہ محبت تھی

آپ روزان سے ملنے جاتے

جب سفر سے واپس آتے، مسجد کے بعد سب سے پہلے ان کے گھر تشریف لے جاتے'

خیر و عافیت دریافت فرماتے، بچوں کو پیار کرتے۔

پھر اپنے گھر آتے۔

بیٹی کی مالی تنگی بابا ﷺ کو افسردہ کر دیتی۔

مگر آپ ﷺ نے کبھی انہیں دنیا طلبی کا سبق نہیں دیا۔

جب سکھایا یہی سکھایا کہ

بیٹی زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔

بیٹیوں کی دنیا سے زیادہ ان کی آخرت کے لئے فکر مند رہنا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا ﷺ کی سُنّت ہے۔

گھر جنت کیسے؟

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت بخار ہے۔
رات بھر بے چینی میں گزری ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جاگ رہے ہیں۔
اپنی عزیز بیوی کی تکلیف پر پریشان ہیں۔
انہیں تسلی اور حوصلہ دے رہے ہیں۔
ساری رات آنکھوں میں کٹی ہے۔
اور پچھلے پہر دونوں ہی کی آنکھ لگ گئی۔
فجر کی اذان سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی، دیکھا سیّدہ رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی وضو کر رہی ہیں۔
وہ بھی نماز کے لئے مسجد چلے گئے۔
واپس لوٹے کہ بخار میں مبتلا سیّدہ رضی اللہ عنہا کی مزاج پرسی کریں مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا تو چکی پیس رہی ہیں۔
فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیار سے بولے۔
رات بھر تمہیں بخار رہا، صبح اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو۔ خدا نہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ تو؟

ان کی آواز میں خیر خواہی، محبت اور تعلق جھلک رہا تھا۔
سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کی محبت بھری بات سنی اور سر جھکا کر بولیں۔
''اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے کرتے مر جاؤں تو کچھ پرواہ نہیں ہے''۔
میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اللہ کی اطاعت کے لئے
چکی پیسی آپ کی اطاعت اور بچوں کی خدمت کے لئے''
سبحان اللہ! ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے!

حالات خواہ کچھ بھی ہوں، فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیوں کو اپنے فرائض معلوم ہوتے ہیں، وہ ان کی انجام دہی اپنا فرض سمجھتی ہیں، کسی پر احسان نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آئیڈیل ماننے والے شوہر بھی بیوی کی ہر تکلیف کو اپنا درد سمجھتے ہیں، اس کا خیال رکھتے ہیں، اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں، اپنے عمل سے بھی اور خوبصورت لفظوں سے بھی محبت کا اظہار کرتے ہیں اس لئے کہ محبت اظہار اور عمل مانگتی ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کی ازدواجی زندگی نہایت پرسکون اور محبت بھری تھی، بابا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ان دونوں پیاروں کے درمیان کام بانٹ دیئے تھے، گھر کے باہر کے کام سودا لانا ہو یا اونٹ کو پانی پلانا سب علی رضی اللہ عنہ کے ذمے اور گھر کے اندر صفائی، کھانا بنانا، بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ذمے۔ ان پاک میاں بیوی کے درمیان اگر کبھی کوئی معمولی شکر رنجی ہوئی بھی تو بابا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے صلح کروادی اور دونوں جلدی سے مان بھی گئے۔

اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سیدہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے کام خود کرنے کی عادی تھیں۔
کھانے کے لئے اصول یہ تھا خود چاہے کتنے فاقے سے ہوں، پہلے شوہر اور بچوں کو کھلاتی، خود بعد میں کھاتیں۔
ان کی یہی خوبیاں تھیں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی سے کہا:
فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کا ایک خوشبودار پھول تھی جس کے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔
اس نے اپنی زندگی میں مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی اُمت کی بیٹیوں کو رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ

CS CamScanner

برداشت اور درگزر ہی گھر کو پرسکون بناتے ہیں۔

اردگرد کوئی بڑا ایسا ضرور ہونا چاہیے جس کی بات کو سب تسلیم کر کے اپنا دل صاف کر لیں۔

عورت کے لئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر اور بچوں کو ترجیح اول بنایا ہے۔

کام باہم بانٹ لئے جائیں تو آسانی ہوتی ہے۔

یہی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بیٹیوں کے لئے دیا وہ سبق ہے جسے پا لینے کے بعد گھر جنت بن جاتے ہیں۔

اللہ کی محبت، سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اوڑھنا بچھونا

چکی پیس رہی ہیں، تلاوت جاری ہے۔

رات محراب عبادت میں کھڑی ہوئیں تو صبح کے سورج نے بھی انہیں وہیں پایا۔

مسلسل دعائیں مگر اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں، اپنے بابا ﷺ کی طرح بس اُمت ان کی پرخلوص دعاؤں کا مرکز ومحور۔

اللہ کے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر، دونوں کی ہمسایہ تھیں۔ بابا جان ﷺ کے ارشادات گھر بیٹھے سنتیں اور آخرت اور جہنم کی آیات سن کر روتے روتے غش آجاتا، بے ہوش ہو جاتیں، تلاوت قرآن کرتیں اور جسم اطہر پر کپکپی طاری ہو جاتی۔

اللہ راضی ہو چکا ہے مگر اس کا خوف رگ وریشے میں اترا ہوا ہے۔

اللہ آل رسول ﷺ سے محبت کا اعلان کر چکا ہے مگر بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا اس کی محبت سے محرومی کے تصور سے خوفزدہ رہتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا کھانا تیار کر رہی ہوں یا گھر کا کچھ اور کام کر رہی ہوں۔

اللہ کا ذکر جاری رہتا

اللہ کی محبت،

اس کا خوف،

اس سے امید،

اس سے تعلق،

لمحہ لمحہ زندگی کا ساتھی ہے۔

سیّدہ رضی اللہ عنہا کی ماننے والیاں بھی یقیناً ان کے عمل کے نور سے اپنے عمل کے چراغ روشن کرنے والیاں ہیں،

جس کسی نے بھی ان کے پیغام کو سمجھا اور دل میں اترنے دیا ہے، ان کے دل بھی

اپنے رب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کی محبت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

ان کے ہونٹ بھی دن رات سیّدہ رضی اللہ عنہا کے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے تر رہتے ہیں،

وہ بھی بتول رضی اللہ عنہا کی طرح کان لگا کر آیات قرآنی اور احادیث کو سنتی ہیں،

ان کی روشنی سے اپنے دلوں کی تاریکی کو دور کرتی ہیں،

ان کے وجود بھی اپنے رب کے خوف سے کانپتے ہیں،

اور اس کی محبت، جنت اور رضا کی طلب کے شوق سے لبریز رہتے ہیں۔

ہر حال میں رب سے راضی

چکی پیسنے کی مشقت سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔
مشک بھرنے سے سینے پر رسی سے نیل پڑ چکے ہیں۔
ہر وقت گھر کے کاموں میں کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔
چولہا پھونک پھونک کر چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔
''فاطمہ رضی اللہ عنہا بابا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور کنیزیں آئی ہیں، تقسیم ہو رہی ہیں، ایک تم بھی مانگ لاؤ''۔
علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی محبوب بیوی رضی اللہ عنہا کی حالت دیکھ کر دکھی ہو جاتے تھے۔
انہیں سیّدہ رضی اللہ عنہا کا مشقت سے زرد چہرہ اور فاقوں سے، کمزور جسم دیکھ کر افسوس ہوتا تھا۔
مگر اپنے کمزور مالی حالات میں کوئی ملازم رکھنا ممکن نہ تھا۔
ایسے میں انہیں ایک امید کی کرن نظر آئی تو انہوں نے سیّدہ رضی اللہ عنہا کو بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملازمہ کی درخواست کے ساتھ بھیجا۔
مگر خودداری کا پیکر بیٹی اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسروں کی موجودگی میں کچھ نہ کہہ پائی اور خالی ہاتھ واپس لوٹ آئی۔
اگلے دن بابا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی پوچھ لیا
بیٹی کل کیوں آئی تھیں؟

بتول رضی اللہ عنہا اب بھی کچھ نہ بول پائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود ہی نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی ساری حالت کہہ سنائی۔

بابا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی کی حالت سن کر مغموم ہو گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب مسلمانوں کی حالت زار تھی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کی فکر تھی چنانچہ آپ نے فرمایا:

پیاری بیٹی!

بدر کے شہیدوں کے یتیم تم سے پہلے مدد کے حق دار ہیں

ابھی مجھے اصحاب صفہ کے کھانے پینے کا انتظام بھی کرنا ہے

ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنھوں نے دین کی خاطر اپنا گھر اور مال واسباب چھوڑ دیا ہے۔

پھر محبت سے اپنی بیٹی سے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں تمھیں اس سے اچھی چیز دوں؟ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

یہ تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ایسی تسبیح ہے جو تھکے دلوں اور ٹوٹے جسموں کے لئے آرام اور سکون کا پیام لاتی ہے۔

دونوں میاں بیوی بظاہر خالی ہاتھ مگر اللہ کی رضا کی رغبت سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ واپس لوٹے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملازمہ تو نہیں ملی مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا حسب سابق خوشدلی کے ساتھ اپنے کام میں لگ گئیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے اس واقعہ کا کمال نقشہ کھینچا ہے:

افلاس سے تھا سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا
آخر گئیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذن عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا

پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدر رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن
جن کا صفۂ نبوی میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں، ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں
میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیّدہ پاک رضی اللہ عنہا رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم تھا

اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شوہر سب کی شکر گزار سیّدہ رضی اللہ عنہا

بابا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے گھر ملنے پہنچتے ہیں۔
ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ہیں۔
داخلے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور جنتی عورتوں کی سردار بیٹی پکار اٹھتی ہے۔
ابا جان ٹھہریئے!
پردہ کے لئے کچھ بھی نہیں، بس ایک عبایا ہے پہن لوں
آہ!
دل کاٹ ڈالنے والی بات ہے۔
شفیق باپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اندر دے دیتے ہیں'
شرم وحیا کی پیکر بیٹی خود کو اس سے ڈھانپتی ہے
اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوتے ہیں، بیٹی کا حال پوچھتے ہیں۔ بابا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پا کر بھوک سے بے تاب بیٹی بتا دیتی ہیں کہ
''ابا جان! تین دن کے فاقے سے ہوں''۔
مکہ کی امیر ترین تاجرہ کی چہیتی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھوک کی شدت سے نڈھال ہیں اور برداشت کر رہی ہیں مگر کسی کو خبر نہیں ہونے دیتیں۔
یہی ان کے بابا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا خود اختیار کردہ راستہ ہے۔
بابا صلی اللہ علیہ وسلم شفقت سے کمر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

بیٹی صبر کرو میں بھی تین دن سے فاقے میں ہوں، میں اللہ سے جو کچھ مانگتا وہ ضرور مجھے عطا کر دیتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔
کبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ درختوں کے نیچے گری ہوئی کھجوریں چن کر لاتے ہیں اور ان سے بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں مگر صبر و سکون کی دولت سے مالا مال بیوی کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں۔

ایک اور دن بابا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے گھر پہنچتے ہیں۔
دیکھتے ہیں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے اونٹ کی کھال کا لباس پہنا ہوا ہے، اس میں بھی ۱۳ پیوند لگے ہیں، آٹا گوندھ رہی ہیں
اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:
''فاطمہ! دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر، اللہ تمہیں نیک اجر دے گا''۔

بیٹی بابا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائی ہے، بابا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریب بٹھاتے ہیں
چہرے پر موجود بھوک و افلاس کی زردی صاف دیکھ لیتے ہیں'
دل بھر آتا ہے'
بیٹی کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہیں'
آسمان کی طرف منہ اٹھاتے ہیں'
اور التجا کرتے ہیں۔
اے میرے اللہ بھوکے کے پیٹ کو بھرنے والے'
حاجت کو پورا کرنے والے

گرے ہوئے کو اٹھانے والے

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا نہ رکھ۔

اور پھر بتانے والے بتاتے ہیں کہ بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر رونق آجاتی ہے۔

بابا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اختیار کردہ فقر اور کم سے کم پر قناعت کا راستہ اختیار کیا تھا تو کیسے ممکن تھا کہ بیٹی اس راہ پر نہ چلتی؟

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی قناعت اور آخرت طلبی کی عملی تصویر تھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت محنت سے کبھی دن اور کبھی رات بھر کسی یہودی کے باغ میں پانی لگاتے یا اونٹوں پر سے بوجھ اتارنے کی مشقت کرتے، جو کچھ حاصل ہوتا وہ لا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر رکھتے اور وہ اس سے کمال محنت اور سلیقہ کے ساتھ گھر کو چلاتیں، غربت اور حالات کا جبر کبھی ان کے منہ سے اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم، شوہر، اپنے دین اور اپنے رب کے لئے ناشکری کا ایک جملہ نہ کہلوا سکا۔

انہوں نے اپنی اُمت کی بیٹیوں کے لئے اپنے عمل سے یہ رہنمائی چھوڑی ہے کہ اچھا برا جو بھی وقت ہے اس نے گزر جانا ہوتا ہے، بس یہ اپنے پیچھے ہمارے عمل کے پکے نقوش چھوڑ جاتا ہے یہ عمل، شکوہ، شکایت، ناراضگی، غصہ، جھنجھلاہٹ بھی ہو سکتا ہے اور مرضی سے راضی خوشی، صبر، شکر، سکون، اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی قسمت بنا کر خوش دلی سے قبول کر لینا بھی ہو سکتے ہیں۔ ان دونوں راستوں پر چلنے کے الگ الگ نتائج دنیا اور آخرت میں سامنے آتے ہیں، اب فیصلہ مومنات کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شوہر اور نعمتوں کا شکر اور صبر

یا

شکوہ، شکایت، ناراضگی، اللہ سے گلہ، شوہر کی ناشکری۔

بوڑھا سائل، بچے اور بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بنو سُلیم کا ایک بہت بوڑھا شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا ہے'

اسلام سے شرف یاب ہوتا ہے'

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اس کے مالی حالات پوچھتے ہیں (سبحان اللہ، ایک شخص قافلہ میں شامل ہوتا ہے تو سالار قافلہ کو اس کی ہدایت کے بعد پہلی فکر اس کی ضرورتوں کی ہے) معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو قوم کا غریب ترین آدمی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس کی مدد کے لئے کہتے ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے بھائی پر سب قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

کوئی اسے اونٹنی دیتا ہے'

تو کوئی سر کا عمامہ اتار کر پیش کر دیتا ہے'

مگر اس کا پیٹ بھرنے کا اعزاز تو اللہ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے لکھ رکھا ہے'

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور کھانے کا سوال کرتے ہیں'

مگر گھر میں تو کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں'

نہ جو

نہ گندم،

نہ ہی درہم و دینار

مگر دروازہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رضی اللہ عنہا کا ہو اور سوالی رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا ہو

پھر وہ خالی ہاتھ جائے؟ ممکن نہ تھا

سیّدہ رضی اللہ عنہا کو جب کچھ اور نہیں ملتا تو اپنی چادر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو تھماتی ہیں کہ جائیں اسے شمعون یہودی کے ہاتھ بیچ کر کچھ جو لے آئیں تا کہ مہمان کو کھانا کھلایا جا سکے۔

اللہ اللہ!

چادر بتول رضی اللہ عنہا ہے اور یہودی کے ہاتھوں فروخت کے لئے جا رہی ہے تا کہ ایک اجنبی سائل کا پیٹ بھرا جا سکے۔

چادر کس پاکیزہ ہستی کی؟ بیچی کس کو جا رہی ہے؟ اور مقصد کیسا عالی شان ہے؟

شمعون خود یہودی ہونے کے باوجود اس منظر کی تاب نہیں لا پاتا اور کہہ اٹھتا ہے

''اے سلمان رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پر ایمان لایا''

وہ اناج اور چادر دونوں بنت رسول ﷺ کے گھر بھجوا دیتا ہے

بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا آٹا گوندھ کر روٹیاں پکاتیں ہیں

قریب ہی اپنے بچے بھی بھوکے بیٹھے ہیں، روٹی دیکھ کر ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی ہے،

معصوموں کو پیٹ بھرنے کی امید ہو چلی ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں،

بے پناہ محبت کرنے والی ماں ہے،

اس کے معصوم جگر گوشے ہیں،

CS CamScanner

بھوک کی شدت ہے

بمشکل اناج کی شکل نظر آئی ہے، ان کی بھوک بھی چمک اٹھی ہے'

معصوم جانیں روٹی پکنے کی منتظر ہیں'

مگر یہ کیا'

ماں نے تو ساری روٹیاں سائل کے لئے باندھ دیں۔

یہ دیکھ کر سلمان رضی اللہ عنہ بھی تڑپ اٹھے

رہ نہ سکے، بولے۔

''اے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کچھ ان معصوموں کے لئے بھی رکھ لیں''۔

جناب سیّدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ یہ الفاظ بس وہی کہہ سکتی تھیں۔

کاش ایسی مائیں دنیا کو نصیب ہو جائیں۔

فرماتی ہیں'

''سلمان رضی اللہ عنہ جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں''۔

سلمان رضی اللہ عنہ بوجھل قدموں کے ساتھ روٹیاں لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں۔

یہ سارا ماجرا کہہ سناتے ہیں

بابا صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھ کر بیٹی کے گھر کی طرف چل پڑتے ہیں۔

پیار سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں، آسمان کی طرف دیکھتے اور دعا کرتے ہیں

''یا اللہ فاطمہ تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا''۔

بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا کی مختصر زندگی اپنے بابا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گزری

ایک بار کسی نے پوچھا

''چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہے؟''

فرمایا:

''تمہارے لئے ایک اونٹ اور میرے ہوں تو سب صدقہ''

بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت رکھنے والو!

بی بی سیّدہ رضی اللہ عنہا اللہ کی وفادار بندی تھیں،

انہوں نے بھی اپنے عمل اور اخلاص سے اپنی وفاداری ثابت کردی تھی،

ہم اور آپ کو بھی اللہ سے اپنی وفاداری ثابت کرنی ہے،

ہمیں بھی اسی طرح ان کے راستہ پر چلنا ہوگا۔

ہمارے پاس بھی بس عمل اور اخلاص ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہوتی ہیں

رمضان المبارک ۱۱ ہجری کی یہ تاریک رات ہے
افسردگی میں ڈوبی ہوئی ہے۔
آج سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو رہی ہیں
۲۹ برس کی عمر میں عازم فردوس بریں ہیں۔
وفات سے پہلے خود حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو بلوا کر فرماتی ہیں:
"میرا جنازہ لے جاتے اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہر نامدار کے اور کسی سے مدد نہ لینا اور تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہجرت حبشہ کے دوران وہاں میت کے لئے پردہ کا طریقہ دیکھا تھا وہی انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بنا کر دکھایا
جس میں کھجور کی شاخوں اور چادر کی مدد سے میت کو مکمل ڈھانپ دیا جاتا ہے۔
(ایسا ہی ایک جنگلا اور چادر ہمارے ہاں میت کو لے جانے والی چارپائی کا حصہ ہوتی ہے)

آپ رضی اللہ عنہا نے اسے پسند فرمایا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد اسی طریقے سے آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق رات ہی میں تدفین کر دی گئی اور
آج بھی پردہ میں خواتین کی تدفین دراصل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جاری کردہ طریقہ ہے جسے ان کی بیٹیاں قیامت تک حیاء اور پاکیزگی کی علامت کے طور پر یاد رکھیں گی۔

(اس کتاب کی تیاری میں طالب ہاشمی مرحوم کی کتاب "سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا" سے مدد لی گئی ہے)

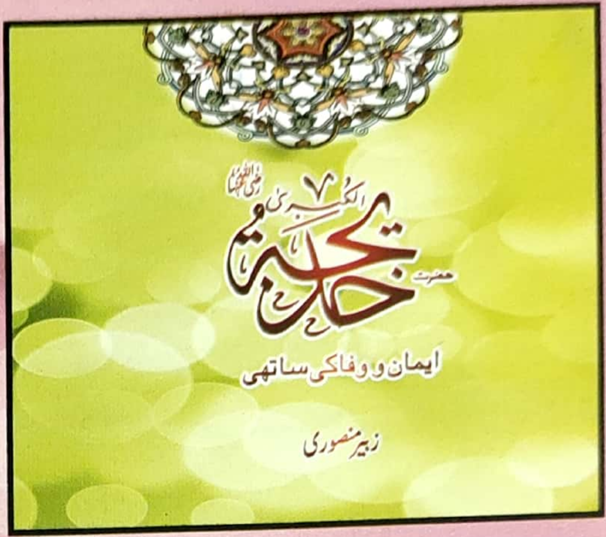

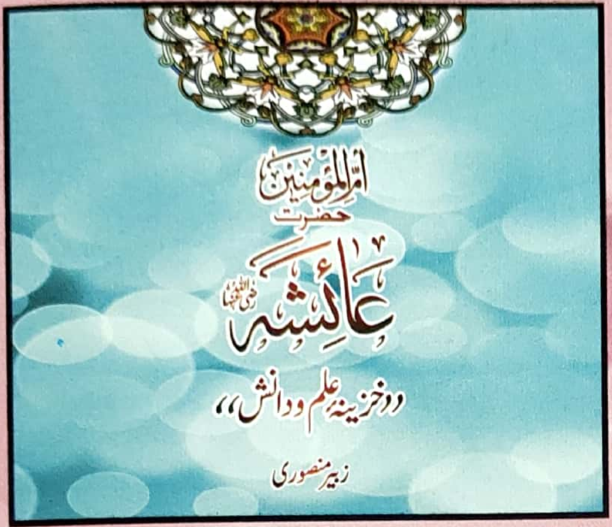

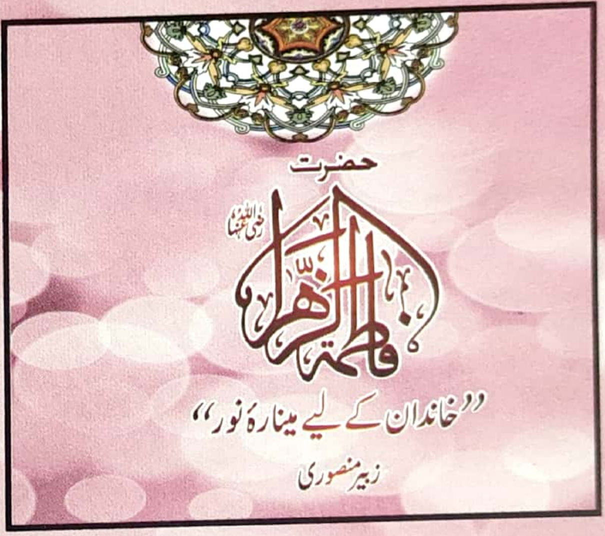

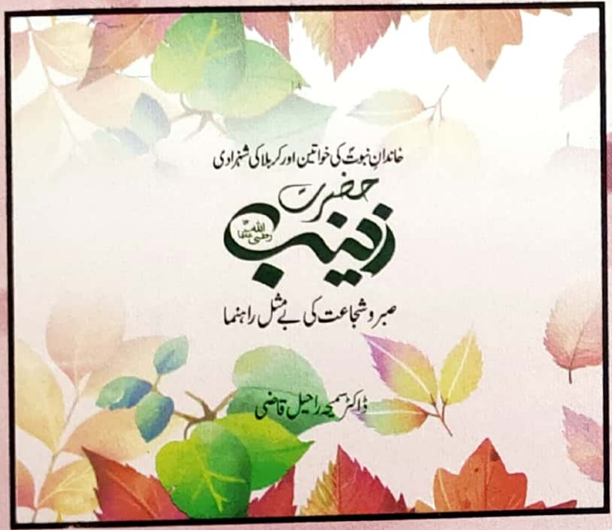

البدر پبلی کیشنز
32-فرسٹ فلور، ہادیہ حلیمہ سنٹر، اُردو بازار، لاہور
Ph: 042-37225030 - 37245030
Mob: 0300-4745729 - 0333-4173066
978-969-400-996-8

CamScanner